چوتھی کا جوڑا (افسانہ)

4

عصمت چغتائی

عصمت چغتائی کی پیدائش 1915ء میں ہوئی۔ ان کا اصل وطن آگرہ تھا۔ ان کے والد ملازمت کے سلسلے میں جے پور میں مقیم تھے۔ اس لئے ان کی ابتدائی زندگی جے پور میں بسر ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم جے پور اور آگرہ سے حاصل کی اس کے بعد علی گڑھ سے گریجویشن کیا اور پھر بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد انھوں نے کئی اسکولوں میں ملازمت کی۔ پھر بمبئی چلی گئیں کچھ عرصے تک انسپکٹرس رہیں پھر فلمی دنیا سے تعلق قائم ہوگیا اور یہ تعلق آخر وقت تک قائم رہا۔

عصمت چغتائی کی ادبی زندگی کا آغاز علی گڑھ سے ہوا۔ ان کو ترقی پسند تحریک سے کافی دلچسپی تھی جس کا اثر ان کے افسانوں میں نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں متوسط طبقہ کے مسلمان گھرانوں کے مسائل خصوصاً نوجوان لڑکے لڑکیوں کے جنسی مسائل پر طبع آزمائی کی۔ وہ اپنے جاندار اور بھرپور افسانوں کی وجہ سے صفِ اوّل کی افسانہ نگار تسلیم کی جاتی ہیں۔ ان کی ادبی خدمات پر غالب اکیڈمی کی جانب سے پانچ ہزار روپے کا انعام عطا گیا۔

عصمت وہ پہلی ادیبہ ہیں جن کے افسانے عوام کے درمیان موضوعِ گفتگو بنے رہے اور ان پر مقدمہ بھی چلایا گیا۔ ان کی تحریر میں ایک خاص قسم کا تیکھا پن ملتا ہے جس کی زبان اشارے اور کنایے کی زبان ہے۔ سماج اور فرد کے رشتوں پر وہ اشارے کنایے میں طنز کرتی ہیں۔

ان کے افسانوں کے کئی مجموعے مثلاً کلیاں، چوٹیں اور چھوئی موئی وغیرہ شائع ہوچکے ہیں۔ ان کے

ناولوں میں ضدی، ٹیڑھی لکیر اور معصومہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ افسانوں کی طرح ان کے ناول بھی سماجی شعور کو پیش کرتے ہیں۔ ان میں وہ مسائل قلم بند کیے ہیں جو تقریباً سبھی عورتوں کی زندگی سے وابستہ ہیں۔

آج آپ ان کا مشہور افسانہ " چوتھی کا جوڑا " پڑھیں گے جس میں ایک عام سماجی مسئلے " غریب لڑکیوں کی شادی " کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

4.1 مقاصد

اس افسانے کو پڑھنے کے بعد آپ :

- مختلف نئے الفاظ کے معنی جان کر اپنے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کریں گے۔
- مختلف محاوروں کے مفہوم سمجھ کر ان کا استعمال کر سکیں گے۔
- افسانے کے مرکزی خیال کو سمجھ کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- مصنفہ کے اسلوبِ بیان پر روشنی ڈال سکیں گے۔

4.2 اصل سبق

آیئے ایک بار پورا افسانہ پڑھ لیتے ہیں :

چوتھی کا جوڑا

(1) سہ دری کے چوکے پر آج پھر صاف ستھری جازم بچھی تھی۔ ٹوٹی پھوٹی کھپریل کی جھریوں میں سے دھوپ کے آڑے ترچھے قتلے پورے دالان پر بکھرے ہوئے تھے۔ محلے ٹولے کی عورتیں خاموش اور سہمی ہوئی سی بیٹھی تھیں جیسے کوئی بڑی واردات ہونے والی ہو۔ ماؤں نے بچے چھاتیوں سے لگائے تھے کبھی کبھی کوئی منحنی سا چڑچڑا بچہ رسد کی کمی کی دہائی دے کر چلا اٹھتا۔

" نائیں میرے لال! " دبلی پتلی ماں اسے اپنے گھٹنے پر لٹا کر یوں ہلاتی جیسے دھان ملے چاول سوپ میں پھٹک رہی ہو اور بچہ ہنکارے بھر کر خاموش ہو جاتا۔

آج کتنی آس بھری نگاہیں کبریٰ کی ماں کے متفکر چہرے کو تک رہی تھیں، چھوٹے عرض کی ٹول

جازم : فرش پر بچھائی جانے والی بڑی چادر صحن چاندنی
واردات : وارد کی جمع
منحنی : کمزور، دبلا پتلا
ٹول : لال کپڑا

کے دو پاٹ تو جوڑ لیے گئے تھے، مگر ابھی سفید گزی کا نشان بیونتنے کی کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی۔ کاٹ چھانٹ کے معاملے میں کبریٰ کی ماں کا مرتبہ بہت اونچا تھا۔ ان کے سوکھے سوکھے ہاتھوں نے نہ جانے کتنے جہیز سنوارے تھے، کتنے چھٹی چھوچھک تیار کیے تھے اور کتنے ہی کفن بیونتے تھے۔ جہاں کہیں محلے میں کپڑا کم پڑ جاتا اور لاکھ جتن پر بھی بیونت نہ بیٹھتی کبریٰ کی ماں کے پاس کیس لایا جاتا کبریٰ کی ماں کپڑے کی کان نکالتیں کلف توڑتیں، کبھی تکون بناتیں، کبھی چوکھٹا کرتیں اور دل ہی دل میں قینچی چلا کر آنکھوں سے ناپ تول کر مسکرا پڑتیں۔

"آستینیں اور گھیر تو نکل آئے گا، گریبان کے لیے کترن میری بقچی سے لے لو.... " اور مشکل آسان ہوجاتی۔ کپڑا تراش کر وہ کترنوں کی پنڈی بنا کر پکڑوا دیتیں۔ پر آج تو سفید گزی کا ٹکڑا بہت ہی چھوٹا تھا اور سب کو یقین تھا کہ آج تو کبریٰ کی ماں کی ناپ تول ہار جائے گی، جب ہی تو سب دم سادھے ان کا منہ تک رہی تھیں کبریٰ کی ماں کے پر استقلال چہرے پر فکر کی کوئی شکل نہ تھی، چار گرہ گزی کے ٹکڑے کو وہ نگاہوں سے بیونت رہی تھیں۔ لال ٹول کا عکس ان کے نیلگوں زرد چہرے پر شفق کی طرح پھوٹ رہا تھا۔ وہ اداس اداس گہری جھریاں اندھیری گھٹاؤں کی طرح ایک دم اُجاگر ہو گئیں جیسے گھنے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی ہو، اور انھوں نے مسکرا کر قینچی اٹھالی۔

محلے والیوں کے جمگھٹے سے ایک لمبی اطمینان کی سانس ابھری۔ گود کے بچے بھی ٹھسک دیے گئے۔ چیل جیسی نگاہوں والی کنواریوں نے لپا چھپ سوئی کے ناکوں میں ڈورے پرو دیے۔ نئی بیاہی دلہنوں نے انگشتانے پہن لیے۔ کبریٰ کی ماں کی قینچی چل پڑی تھی۔

سہ دری کے آخری کونے میں پلنگڑی پر حمیدہ پیر لٹکائے ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے دور کچھ سوچ رہی تھی۔

دوپہر کا کھانا نمٹا کر اسی طرح بی اماں سہ دری کی چوکی پر جا بیٹھتی تھیں اور بقچی کھول کر رنگ برنگے کپڑوں کا جال بکھیر دیا کرتی تھیں۔ کونڈی کے پاس بیٹھی برتن مانجھتی ہوئی کبریٰ کن انکھیوں سے ان لال کپڑوں کو دیکھتی ایک سرخ چھپکلی سی اس کے زردی مائل مٹیالے رنگ میں لپک اٹھتی۔ رو پہلی کٹوریوں کے جال جب پولے پولے ہاتھوں سے کھول کر اپنے زانوؤں پر پھیلاتیں تو ان کا مرجھایا ہوا چہرہ ایک عجیب ارمان بھری روشنی سے جگمگا اٹھتا..... گہری صندوقوں جیسی شکنوں پر کٹوریوں کا عکس ننھی ننھی مشعلوں کی طرح جگمگانے لگتا۔ ہر ٹانکے پر زری کا کام ملتا اور مشعلیں کپکپا اٹھتیں۔

بیونت : کپڑا کاٹنا
پنڈی : کترنوں کو لپیٹ کر گولا بنانا
استقلال: ٹھہراؤ مستقل مزاجی
چارگرہ : چار گانٹھ
نیلگوں : آسمانی رنگ کا
شفق : سرخی جو طلوع آفتاب کے بعد نمودار ہوتی ہے
جمگھٹے : مجمع ، بھیڑ
ٹھسک : ہولے ہولے رونا
لپا چھپ : جلدی جلدی
پلنگڑی : چھوٹا پلنگ
کٹوری : نقرئی (چاندی کے انگ)

(2) یاد نہیں کب اس کے شبنمی ڈوپٹے بنے ٹکے تیار ہوئے اور گاڑی کے بھاری صندوق کی تہ میں ڈوب گئے۔ کٹوریوں کے جال دھندلا گئے۔ گنگا جمنی کرنیں ماند پڑ گئیں۔ طول کے لچھے اداس ہو گئے۔ مگر کبریٰ کی برات نہ آئی۔ جب ایک جوڑا پرانا ہو جاتا تو اسے چالے کا جوڑا کہہ کر سینت دیا جاتا۔ اور پھر ایک

نئے جوڑے کے ساتھ نئی امیدوں کا افتتاح ہوجاتا۔ بڑی چھان بین کے بعد ایک نئی دلہن چھانٹی جاتی۔ سردری کے صاف ستھرے چوکے پر صاف ستھری جازم بچھتی۔ محلہ کی عورتیں ہاتھ میں پاندان اور بغلوں میں بچے دبائے جھانجیں بجاتی آن پہنچتیں۔

جانجھ : پاؤں کا ایک زیور

"چھوٹے کپڑے کی گوٹ تو اتر آئے گی، پر بچوں کا کپڑا نہ نکلے گا۔" بولو! .... اور سنو تو کیا گلوڑی ماری ٹول کی چولیں پڑیں گی؟" اور پھر سب کے چہرے فکرمند ہوجاتے۔ کبریٰ کی ماں خاموش کیمیاگر کی طرح آنکھوں کے فیتے سے طول و عرض ناپتیں اور بیبیاں آپس میں چھوٹے کپڑے کے متعلق کھسر پسر کرکے قہقہے لگاتیں۔ ایسے میں کوئی من چلی کوئی سہاگ بانا چھیڑ دیتی۔ کوئی اور چار ہاتھ آگے والی سمندھنوں کو گالیاں سنانے لگتی، بیہودہ گندے مذاق اور چہلیں شروع ہو جاتیں۔ ایسے موقعوں پر کنواری بالیوں کو سہ دری سے دور سر ڈھانپ کر کھپریل میں بیٹھنے کا حکم دے دیا جاتا اور جب کوئی نیا قہقہہ سہ دری سے ابھرتا تو بیچاریاں ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتیں۔ اللہ! یہ قہقہے انہیں خود کب نصیب ہوں گے۔

گلوڑی : نامراد، منحوس
کیمیاگر : زرساز، چالاک
طول : لمبائی
عرض : چوڑائی
چہلیں : ہنسی مذاق

اس چہل پہل سے دور کبریٰ شرم کی ماری کوٹھری میں سر جھکائے بیٹھی رہتی۔ اتنے میں کتربیونت نہایت نازک مرحلہ پر پہنچ پاتی۔ کوئی کلی الٹی کٹ جاتی اور اس کے ساتھ بیویوں کی مت بھی کٹ جاتی۔ کبریٰ سہم کر دروازے کی آڑ سے جھانکتی۔

کتربیونت : کانٹ، چھانٹ

یہی تو مشکل تھی کوئی جوڑا اللہ مارا چین سے نہ سلنے پاتا۔ جو کلی الٹی کٹ جائے تو جان لو نائن کی لگائی ہوئی بات میں ضرور کوئی اڑنگا لگے گا یا تو دولہ کی کوئی داشتہ نکل آئے گی یا اس کی ماں ٹھوس کڑوں کا اڑنگا باندھے گی۔ جو گوٹ میں کان آجائے تو سمجھ لو یا تو مہر پر بات ٹوٹے گی یا بھرت کی پلنگ کے پایوں پر جھگڑا ہوگا۔ چوتھی کے جوڑے کا شگون بڑا نازک ہوتا ہے بی اماں کی ساری مشاقی اور سگھڑاپا دھرا رہ جاتا۔ نہ جانے عین وقت پر کیا ہوجاتا کہ دھنیا برابر بات طول پکڑ جاتی۔ سگھڑ اماں نے جہیز کا سامان جوڑنا شروع کر دیا تھا۔ ذرا سی کتر بھی بچتی تو تیلے دانی یا شیشی کا غلاف سی کر دھنک گو کھرو سے سنوار کر رکھ دیتیں۔ لڑکی کا کیا ہے۔ کھیرے ککڑی کی طرح بڑھتی جو برات آگئی تو یہی سلیقہ کام آئے گا۔

دھنک گو : نیزہ، نشان

اور جب سے ابا گذرے سلیقے کا بھی دم پھول گیا۔ حمیدہ کو اپنے ابا ایک دم یاد آگئے۔ ابا کتنے دبلے پتلے لمبے جیسے محرم کا علم۔ ایک بار جھک جاتے تو سیدھے کھڑا ہونا دشوار تھا۔ صبح ہی صبح اٹھ کر نیم کی مسواک توڑ لیتے اور حمیدہ کو گھٹنے پر بٹھا کر نہ جانے کیا سوچا کرتے۔ پھر سوچتے سوچتے نیم کی مسواک توڑ لیتے اور حمیدہ کو گھٹنے پر بٹھا کر نہ جانے کیا سوچا کرتے۔ پھر سوتے سوچتے نیم کی مسواک کا کوئی پھونسڑا حلق میں چلا جاتا اور وہ کھانسے ہی چلے جاتے۔ حمیدہ بگڑ کر ان کی گود سے چلی آتی۔ کھانسی کے دھکوں سے یوں ہل ہل جانا اسے قطعی پسند نہ تھا۔ اس کے ننھے سے غصے پر وہ اور ہنستے اور کھانسی بے طرح سینے میں الجھتی۔ جیسے گردن کٹے کبوتر پھڑ پھڑا رہے ہوں۔ پھر بی اماں آکر انھیں سہارا دیتیں۔ پیٹھ پر دھپ

پھونسڑا : ریشہ

دھب ہاتھ مارتیں۔

"توبہ ہے ایسی بھی کیا ہنسی۔"

اُچھو کے دباؤ سے سرخ آنکھیں اوپر اٹھا کر ابا بے کسی سے مسکراتے کھانسی تو رکا۔ جاتی مگر وہ دیر تک بیٹھے ہانپا کرتے۔

اُچھو : گلے میں پھندا لگنا

"کچھ دوا دارو کیوں نہیں کرتے؟ کتنی بار کہا تم سے؟"

"بڑے شفا خانے کا ڈاکٹر کہتا ہے سوئیاں لگواؤ اور روز تین پاؤ دودھ اور آدھی چھٹانک مکھن"

"اے خاک پڑے ان ڈاکٹروں کی صورت پر۔ بھلا ایک تو کھانسی ہے اوپر سے چکنائی۔ بلغم نہ پیدا کردے گی۔ حکیم کو دکھاؤ کسی کو۔"

"دکھاؤں گا" ابا حقہ گڑگڑاتے اور پھر اچھو لگتا۔

"آگ لگے اس موئے حقے کو ..... اس نے تو یہ کھانسی لگائی ہے جوان بیٹی کی طرف بھی دیکھتے ہو آنکھ اٹھا کر۔"

اور ابا کبریٰ کی جوانی کی طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھتے۔ کبریٰ جوان تھی، کون کہتا تھا جوان تھی۔ وہ تو جیسے بسم اللہ کے دن سے ہی اپنی جوانی کی آمد سناؤنی سن کر ٹھٹھک کر رہ گئی تھی نہ جانے کیسی جوانی آئی تھی کہ نہ تو اس کی آنکھوں میں کرنیں ناچیں نہ اس کے رخساروں پر زلفیں پریشان ہوئیں نہ اس کے سینے پر طوفان اٹھے اور نہ کبھی اس نے ساون بھادوں کی گھٹاؤں سے مچل مچل کر پریتم یا ساجن مانگے۔ وہ جھکی سہمی سہمی جوانی جو نہ جانے کب دبے پاؤں اس پر رینگ آئی، ویسے ہی چپ چاپ نہ جانے کدھر چل دی۔ میٹھا برس نمکین ہوا اور پھر کڑوا ہوگیا۔

رحم طلب : خو مرگ

ابا ایک دن چوکھٹ پر اوندھے منہ گرے اورانہیں اٹھانے کے لئے کسی حکیم یا ڈاکٹر کا نسخہ نہ آسکا۔

اور حمیدہ نے میٹھی روٹی کے لئے ضد کرنی چھوڑ دی اور کبریٰ کے پیغام نہ جانے کدھر راستہ بھول گئے۔ جانو کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اس ٹاٹ کے پردے کے پیچھے کسی کی جوانی آخری سسکیاں لے رہی ہے اور یک نئی جوانی سانپ کے پھن کی طرح اٹھ رہی ہے۔

(3) مگر بی اماں کا دستور نہ ٹوٹا۔ وہ اسی طرح روز دو پہر کو سہ دری میں رنگ برنگے کپڑے پھیلا کر گڑیوں کا کھیل کھیلا کرتیں۔

کہیں نہ کہیں سے جوڑ جمع کرکے شبرات کے مہینے میں کریپ کا دوپٹہ ساڑھے سات روپئے میں خرید ہی ڈالا۔ بات ہی ایسی تھی کہ بغیر خریدے گزارہ نہ تھا۔ بڑے ماموں کا تار آیا کہ ان کا بڑا لڑکا راحت پولیس کی ٹریننگ کے سلسلے میں آرہا ہے۔ بی اماں کو بس ایک دم گھبراہٹ کا دورہ پڑگیا جانو چوکھٹ پر

کریپ : کپڑے کی ایک قسم

برات آن کھڑی ہوئی۔ اور انہوں نے ابھی دلہن کے مانگ کی افشاں بھی نہیں کری۔ ہول سے تو ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ جھٹ اپنی منہ بولی بہن بندو کی ماں کو بلا بھیجا کہ۔

چھکے چھوٹنا : گھبرا جانا

"بہن میرا مری کا منہ دیکھو جو اسی گھڑی نہ آؤ۔"

اور پھر دونوں میں کھسر پھسر ہوئی۔ بیچ میں دونوں ایک نظر کبریٰ پر بھی ڈال لیتیں جو دالان میں بیٹھی چاول پھٹک رہی تھی۔ وہ اس کا نا پھوسی کی زبان کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔

اسی وقت بی اماں نے کانوں کی چار ماشہ کی لونگیں اُتار کر منہ بولی بہن کے حوالے کیں کہ جیسے تیسے کر کے شام تک تولہ بھر گوکھرو، چھ ماشہ سلمہ ستارہ، پاؤ گز نیفے کے لے ٹول لا دیں۔ باہر کی طرف والا کمرہ جھاڑ پونچھ کر تیار کیا تھوڑا سا چونا منگا کر کبریٰ کا کمرہ اپنے ہاتھوں سے پوت ڈالا۔ کمرہ تو چٹا ہو گیا مگر اس کی ہتھیلیوں کی کھال اڑ گئی اور شام کو جب وہ مسالہ پیسنے بیٹھی تو چکر کھا کر دوہری ہو گئی۔ ساری رات کروٹیں بدلتے گذری، ایک تو ہتھیلیوں کی وجہ سے، دوسرے صبح کی گاڑی سے راحت آرہے تھے۔

لونگ : ناک کا کیل چھوٹا سا کان کا زیور

"اللہ! میرے اللہ! اب تو میری آپا کا نصیبہ کھل جائے۔ میرے اللہ میں سو رکعت نفل تیری بارگاہ میں پڑھوں گی۔" حمیدہ نے فجر کی نماز پڑھ کر دعاء مانگی۔

صبح جب راحت بھائی آئے تو صبح ہونے سے پہلے ہی کبریٰ مچھر والی کوٹھری میں جا چھپی تھی۔

جب سویوں اور پراٹھوں کا ناشتہ کر کے بیٹھک میں چلے گئے تو دھیرے دھیرے نئی دلہن کی طرح پیر رکھتی کبریٰ کوٹھری سے نکلی اور جھوٹے برتن اٹھا لئے۔

"لاؤ میں دھوؤں بی آپا" حمیدہ نے شرارت سے کہا۔

"نہیں وہ شرم سے جھک گئی۔

حمیدہ چھیڑتی رہی ......، بی اماں مسکراتی رہیں اور کریپ کے دوپٹے میں لپا ٹانکتی رہیں۔

جن راستہ کان کی لونگیں گئی تھیں اسی راستے پھول، پتہ اور چاندی کی پازیب بھی چل دی اور ہاتھوں کی دو دو چوڑیاں بھی جو منجھلے ماموں نے رنڈاپا اُتارنے پر دی تھیں۔ روکھی سوکھی خود کھا کر آئے دن راحت کے لئے پراٹھے تلے جاتے، کوفتے بھنا پلاؤ مہکتے، خود سوکھا نوالہ پانی سے اُتار کر وہ ہونے والے داماد کو گوشت کے لچھے کھلاتیں۔

رنڈاپا : بیوگی کا زمانہ

"زمانہ بڑا خراب ہے بیٹی" وہ حمیدہ کو منہ پھیلاتے دیکھ کر کہا کرتیں اور وہ سوچا کرتی۔ "ہم بھوکے رہ کر داماد کو کھلا رہے ہیں۔ بی آپا صبح اٹھ کر جادو کی مشین کر طرح جٹ جاتی ہے۔ نہار منہ پانی کا گھونٹ پی کر راحت کے لئے پراٹھے تلتی ہے۔ دودھ اونٹاتی ہے۔ تاکہ موٹی سی ملائی پڑ جائے۔ اس کا بس نہیں تھا کہ وہ اپنی چربی نکال پراٹھوں میں بھر دے، اور کیوں نہ بھرے آخر کو وہ ایک دن اس کا اپنا ہو جائے گا۔ جو کچھ کمائے گا اس کی ہتھیلی پر رکھ دے گا۔ پھل دینے والے پودے کو کون نہیں سینچتا؟ پھر

جب ایک دن پھول نکلیں گے اور پھلوں سے لدی ہوئی ڈالی جھکے گی تو یہ طعنہ دینے والیوں کے منہ پر کیسا جوتا پڑے گا اور اس خیال ہی سے میری بی آپا کے چہرے پر سہاگ کھل اٹھتا۔ کانوں میں شہنائیاں بجنے لگتیں اور وہ راحت بھائی کے کمرے کو پلکوں سے جھاڑتیں، ان کے کپڑوں کو پیار سے تہ کرتیں جیسے وہ کچھ ان سے کہتے ہوں، وہ ان کے بدبو دار چوہوں جیسے سڑے ہوئے موزے دھوتیں بساندی بنیان اور ناک سے لتھڑے ہوئے رومال صاف کرتیں۔ ان کے تیل میں چپچپاتے ہوئے تکیے کے غلاف پر سوئٹ ڈریم کاڑھتیں۔ پر معاملہ چاروں کونے چوکس نہیں بیٹھ رہا تھا۔ راحت صبح انڈے ڈٹ کر کھاتا اور شام کو آکر کوفتے کھا کر سوجاتا اور بی اماں کی منہ بولی بہن حکیمانہ انداز میں کھسر پھسر کرتیں۔

بساندی : بدبو دار
سوئٹ ڈریم : میٹھی نیند
حکیمانہ : دانش مندانہ

"بڑا شرمیلا ہے بیچارہ" بی اماں تاویلیں پیش کرتیں۔ "ہاں یہ تو ٹھیک ہے پر بھئی کچھ تو پتہ چلے ، رنگ ڈھنگ سے کچھ آنکھوں سے۔"

تاویل : بہانہ

اے لو، خدا نہ کرے میری لونڈیا آنکھیں لڑائے، اس کا آنچل بھی نہیں دیکھا ہے کسی نے" بی اماں فخر سے کہتیں۔

"اے تو پردہ تڑوانے کو کون کہے ہے۔" بی آپا کے پکے مہاسوں کو دیکھ کر انہیں بی اماں کی دوراندیشی کی داد دینی پڑتی۔

دوراندیشی : دور تک کی سوچنا

"اے بہن تو سچ میں بہت بھولی ہو۔ یہ میں کب کہوں ہوں۔ یہ چھوٹی نگوڑی کون سی بکرید کو کام آئے گی؟ وہ میری طرف دیکھ کر ہنستی۔

"اری اونگ چڑھی، بہنوئی سے کوئی بات چیت، کوئی ہنسی مذاق، اونہہ، اری چل دیوانی۔"

اری اونگ چڑھی : نیند کی متوالی

"اے تو میں کیا کروں خالہ؟"

"راحت میاں سے بات چیت کیوں نہیں کرتی؟"

"بھئی ہمیں تو شرم آتی ہے۔"

"اے ہے وہ تجھے پھاڑ ہی تو کھائے گا۔" بی اماں چڑ کر بولتیں۔

"نہیں تو مگر ......" میں لاجواب ہوگئی اور پھر مسکوٹ ہوئی۔ بڑی سوچ بچار کے بعد کھل کے کباب بنائے گئے۔ آج بی آپا بھی کئی بار مسکرا پڑیں۔ چپکے سے بولیں: "دیکھو ہنسنا نہیں نہیں تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔"

مسکوٹ : صلاح مشورہ، خفیہ سازش

"نہیں ہنسوں گی" میں نے وعدہ کیا۔

"کھانا کھالیجیے۔" میں نے چوکی پر کھانے کی سینی رکھتے ہوئے کہا۔ پھر جو پٹی کے نیچے رکھے ہوئے لوٹے سے ہاتھ دھوتے وقت، میری طرف سر سے پاؤں تک دیکھا تو میں بھاگی وہاں سے۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اللہ توبہ کیا خناس آنکھیں ہیں۔

خناس : شیطان

"جانگوڑی دیکھ تو سہی وہ کیسا منہ بناتا ہے اے ہے سارا مزہ کر کرا ہو جائے گا۔"

بی آپا نے ایک بار میری طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں التجا تھی۔ لوٹی ہوئی براتوں کا غبار تھا اور چوتھی کے جوڑوں کی مانند اداسی میں سر جھکائے پھر کھمبے سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

راحت خاموش کھاتے رہے، میری طرف نہ دیکھا۔ کھلی کا کباب دیکھ کر مجھے چاہئے تھا کہ مذاق اڑاؤں، قہقہہ لگاؤں کہ واہ جی دولہا بھائی! کھلی کے کباب کھا رہے ہو" مگر جانو میرا نرخرہ کسی نے دبوچ لیا ہو۔

نرخرہ : سانس لینے کی نالی

بی اماں نے جل کر مجھے واپس بلا لیا اور منہ ہی منہ میں مجھے کوسنے لگیں۔ اب میں ان سے کیا کہتی کہ وہ تو مزے سے کھا رہا ہے کم بخت۔

"راحت بھائی کوفتے پسند آئے!" بی اماں کے سکھانے پر میں نے پوچھا۔

جواب ندارد۔

جواب ندارد :جواب غائب

"بتائیے نا؟"

"اری ٹھیک سے جا کر پوچھ" بی اماں نے ٹھوکا دیا۔

"آپ نے لاکر دیئے اور ہم نے کھائے، مزیدار ہی ہوں گے۔"

"ارے واہ رے جنگلی" بی اماں سے نہ رہا گیا

"تمھیں پتہ ہی نہ چلا کیا مزے سے کھلی کے کباب کھا گئے۔"

"کھلی کے؟ ارے تو روز کاہے کے ہوتے ہیں؟ میں عادی ہو چلا ہوں کھلی اور بھوسہ کھانے کو۔"

بی اماں کا منہ اتر گیا۔ بی آپا کی جھکی ہوئی پلکیں اوپر نہ اٹھ سکیں، دوسرے روز بی آپا نے روزانہ سے دگنی سلائی کی اور پھر جب شام کو میں کھانا لے کر گئی تو بولے۔

"کہئے آج کیا لائی ہیں؟ آج تو لکڑی کے براوے کی باری ہے۔"

"کیا ہمارے یہاں کا کھانا آپ کو پسند نہیں آتا؟" میں نے جل کر کہا۔

"یہ بات نہیں کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کھلی کے کباب تو کبھی بھوسے کی ترکاری"

میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ہم سوکھی روٹی کھا کے اسے ہاتھی کی خوراک دیں، گھی ٹپکتے پراٹھے ٹھسائیں، میری بی آپا کو جوشاندہ نصیب نہیں اور اسے دودھ۔ ملائی نگلوائیں، میں بھنا کر چلی آئی۔

بی اماں کی منہ بولی بہن کا نسخہ کام آگیا اور راحت نے دن کا زیادہ حصہ گھر ہی میں گزارنا شروع کر دیا۔ بی آپا تو چولہے میں جھکی رہتیں، بی اماں چوتھی کے جوڑے سیا کرتیں اور راحت کی غلیظ آنکھیں تیر بن کر میرے دل میں چبھا کرتیں۔ بات بے بات چھیڑنا۔ کھانا کھلاتے وقت کبھی پانی تو کبھی نمک کے بہانے سے اور ساتھ ساتھ جملہ بازی۔ میں کھسیا کر بی آپا کے پاس جا بیٹھتی۔ جی چاہتا کہ کسی دن صاف کہہ دوں

غلیظ : گندی

کہ کس کی بکری اور کون ڈالے دانہ گھاس۔ اے بی مجھ سے تمہارا یہ تیل نہ ناتھا جائے گا۔

مگر بی آپا کے الجھے ہوئے بالوں پر چولھے کی اڑتی ہوئی راکھ ...... نہیں ...... میرا کلیجہ دھک سے ہوگیا۔ میں نے ان کے سفید بال لٹ کے نیچے چھپادئے۔ ناس جائے اس کم بخت نزلہ کا بچاری کے بال پکنے شروع ہوگئے۔

راحت نے پھر کسی بہانے سے مجھے پکارا۔

"اونہہ، میں جل گئی۔ بڑی آپا نے جو پلٹ کر کٹی ہوئی مرغی کی طرح دیکھا تو مجھے جاناہی پڑا۔

" آپ ہم سے خفا ہوگئیں؟ " راحت نے پانی کا کٹورا لے کر میری کلائی پکڑلی۔ میرا دم نکل گیا اور بھاگی تو ہاتھ جھٹک کر۔

"کیا کہہ رہے تھے؟" بی آپا نے شرم و حیا سے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ میں چپ چاپ ان کا منہ تکنے لگی۔

" کہہ رہے تھے کس نے پکایا ہے کھانا۔ واہ ! جی چاہتا ہے کہ کھاتا ہی چلا جاؤں۔ پکانے والی کے ہاتھ کھا جاؤں ..... اونہہ نہیں .... کھاؤں بلکہ چوم لوں " میں نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔ اور بی آپا کا کھردرا، ہلدی دھنیے کی بساند میں سڑا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ سے لگا لیا میرے آنسو نکل آئے۔"یہ ہاتھ" میں نے سوچا جو صبح سے شام تک مسالہ پیستے ہیں، پانی بھرتے ہیں پیاز کاٹتے ہیں بستر بچھاتے ہوئے صاف کرتے ہیں۔ یہ بے کس غلام صبح سے شام تک جٹے ہی رہتے ہیں۔ اس کی غلامی کب ختم ہوگی۔ کیا ان کا کوئی خریدار نہ آئے گا ؟ کیا انہیں کبھی کوئی پیار سے نہ پوچھے گا؟ کیا ان میں کبھی مہندی نہ رچے گی؟ کیا ان میں کبھی سہاگ کا عطر نہ بسے گا؟ جی چاہا زور سے چیخ پڑوں۔

" اور کیا کہہ رہے تھے؟ " بی آپا کے ہاتھ تو اتنے کھردرے تھے پر آواز اتنی رسیلی اور میٹھی تھی کہ اگر راحت کے کان ہوتے تو ..... مگر راحت کے نہ کان تھے نہ ناک بس دوزخ جیسا پیٹ تھا۔

" اور کہہ رہے تھے کہ اپنی بی آپا سے کہنا کہ اتنا کام نہ کیا کریں اور جوشاندہ پیا کریں"

" چل جھوٹی"

" ارے واہ جھوٹے ہوں گے آپ کے وہ .... "

" اری چپ مردار" انہوں نے میرا منہ بند کردیا۔

" دیکھ تو سوئٹر بن گیا ہے انہیں دے آ۔ پر دیکھ تجھے میری قسم میرا نام نہ لیجیو۔"

" نہیں بی آپا انہیں نہ دو سوئٹر۔ تمہاری ان مٹھی بھر ہڈیوں کو سوئٹر کی کتنی ضرورت ہے؟ " میں نے کہنا چاہا پر نہ کہہ سکی۔

" آپا بی تم خود کیا پہنو گی؟ "

"ارے مجھے کیا ضرورت ہے؟ چولھے کے پاس تو ویسے ہی جھلسن رہتی ہے۔"

سوئٹر دیکھ کر راحت نے اپنی ایک ابرو شرارت سے اوپر تان کر کہا کیا یہ سوئٹر آپ نے بنا ہے؟"

"نہیں تو"

"تو بھی ہم نہیں پہنیں گے۔"

میرا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لوں۔ کمینے، مٹی کے تھودے، یہ سوئٹر ان ہاتھوں نے بنا ہے، جو جیتے جاگتے غلام ہیں۔ اس کے ایک ایک پھندے میں کسی نصیب جلی کے ارمانوں کی گردنیں پھنسی ہوئی ہیں، یہ ان ہاتھوں کا بنا ہوا ہے جو ننھے ہنکورے جھلانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان کو تھام لو گدھے کہیں کے اور یہ دو پتوار بڑے سے بڑے طوفان کے تھپیڑوں سے تمہاری زندگی کی ناؤ کو بچاکر پار لگادیں گے۔ یہ ستار کی گت نہ بجاسکیں گے۔ منی پوری اور بھرت ناٹیم کے مدرا نہ دکھا سکیں گے۔ انہیں پیانو پر رقص کرنا نہیں سکھایا گیا، انہیں پھولوں سے کھیلنا نہیں نصیب ہوا۔ مگر یہ ہاتھ تمہارے جسم پر چربی چڑھانے کے لئے صبح شام تک سلائی کرتے ہیں۔ صابن اور سوڈے میں ڈبکیاں لگاتے ہیں، چولہوں کی آنچ سہتے ہیں، تمہاری غلاظتیں دھوتے ہیں تاکہ تم اجلے چٹے بگلا بھگتی کا ڈھونگ رچائے رہو۔ محنت نے ان میں زخم ڈال دیئے ہیں، ان میں کبھی چوڑیاں نہیں کھنکتی ہیں۔ انہیں کبھی کسی نے پیار سے نہیں تھاما۔

مگر میں چپ رہی۔ بی اماں کہتی ہیں میرا دماغ تو میری نئی نئی سہیلیوں نے خراب کر دیا ہے۔ وہ مجھے کیسی نئی نئی باتیں بتایا کرتی ہیں، کیسی ڈراؤنی موت کی باتیں، بھوک اور کال کی باتیں، دھڑکتے ہوئے دل کے ایک دم چپ ہوجانے کی باتیں۔

"یہ سوئٹر تو آپ ہی پہن لیجئے۔ دیکھئے نا آپ کا کرتا کتنا باریک ہے۔"

جنگلی بلی کی طرح میں نے ان کا منہ، ناک، گریبان اور بال نوچ ڈالے اور اپنی پلنگڑی پر جاگری۔

بی آپا نے آخری روٹی ڈال کر جلدی جلدی تسلے میں ہاتھ دھوئے اور آنچل سے پونچھتی میرے پاس آبیٹھیں۔

"وہ بولے؟" ان سے نہ رہا گیا تو دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"بی آپا! یہ راحت بھائی بڑے خراب آدمی ہیں" میں نے سوچا کہ آج سب کچھ بتادوں گی۔

"کیوں؟" وہ مسکرائیں۔

"مجھے اچھے نہیں لگتے ..... دیکھیے میری ساری چوڑیاں چورا ہوگئیں۔" میں نے کانپتے ہوئے کہا۔

"بڑے شریر ہیں۔" انہوں نے رومانٹک آواز میں شرما کے کہا۔

"بی آپا .... سنو بی آپا .... یہ راحت اچھے آدمی نہیں" میں نے سلگ کر کہا۔ "آج میں بی اماں سے کہہ دوں گی۔"

"کیا ہوا" بی اماں نے جاء نماز بچھاتے ہوئے کہا۔

ابرو : بھوں

تھودے : ڈھیر

ہنکورے : گہوارہ، ہنڈولا

بگلا بھگتی : ظاہر میں نیک باطن میں شریر، اندر سے کچھ اور باہر سے

"دیکھو میری چوڑیاں بی اماں۔"

"راحت نے توڑ ڈالیں؟ بی اماں مسرت سے چہک کر بولیں۔

"ہاں"

خوب کیا۔ تو اسے ستاتی بھی تو بہت ہے۔ اے ہے تو دم کاہے کو نکل گیا۔ بڑی موم کی بنی ہوئی ہو کہ ہاتھ لگاے اور پگھل گئیں۔ "پھر چمکار کر بولیں "خیر تو بھی چوتھی میں بدلہ لے لیجو، وہ کسر نکالیو کہ یاد ہی کریں گے میاں جی" یہ کہ کر انہوں ے نیت باندھ لی۔

منہ بولی بہن سے پھر کانفرنس ہوئی اور معاملات کو امید افزا راستے پر گامزن دیکھ کر ازحد خوشنودی سے مسکرا لیا گیا۔

"اے ہے تو بڑی ٹھس ہے۔ اے ہے ہم تو اپنے بہنوئیوں کا خدا کی قسم ناک میں دم کر دیا کرتے تھے"

اور وہ مجھے بہنوئیوں سے چھیڑ چھاڑ کے ہتھکنڈے بتانے لگیں کہ کس طرح انہوں نے صرف چھیڑ چھاڑ کے تیربہدف نسخے سے ان دو ممیری بہنوں کی شادی کرائی جن کی ناؤ پار لگنے کے سارے مواقع ہاتھ سے جا چکے تھے۔ ایک تو ان میں سے حکیم جی تھے۔ جہاں بے چارے کو لڑکیاں چھیڑتیں، شرمانے لگتے اور شرماتے شرماتے اختلاج کے دورے پڑنے لگتے اور ایک دن ماموں سے کہہ دیا کہ مجھے غلامی میں لے لیجیے۔

دوسرے وائسرائے کے دفتر میں کلرک تھے جہاں سنا کہ باہر آئے ہیں لڑکیاں چھڑنا شروع کر دیتیں۔ کبھی گلوریوں میں مرچیں بھر کے بھیج دیں، کبھی سویوں میں نمک ڈال کر کھلادیا۔

اے لو وہ تو روز آنے لگے۔ آندھی آئے پانی آئے کیا مجال جو وہ نہ آئیں۔ آخر ایک دن کہلوا ہی دیا۔ اپنے ایک جان پہچان والے سے کہا کہ ان کے یہاں شادی کرادو۔ پوچھا کہ "بھئی کس سے؟" تو کہا "کسی سے بھی کرا دو" اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو بڑی بہن کی صورت تھی کہ دیکھو تو جیسے ہیّا چلا آتا ہے۔ چھوٹی تو بس سبحان اللہ۔ ایک آنکھ پورب تو دوسری پچھم۔ پندرہ تولہ سونا دیا ہے۔ باپ نے اور بڑے صاحب کے دفتر میں نوکری الگ دلوائی۔"

ہاں بھئی جس کے پاس پندرہ تولہ سونا ہو اور بڑے صاحب کے دفتر کی نوکری اسے لڑکا ملتے کیا دیر لگتی ہے؟" بی اماں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "یہ بات نہیں ہے بہن۔ آج کل کے لڑکوں کا دل بس تھالی کا بینگن ہوتا ہے۔ جدھر جھکا دو لڑھک جائے گا۔"

مگر راحت تو بینگن نہیں اچھا خاصا پہاڑ ہے۔ جھکاؤ دینے پر کہیں میں نہ پس جاؤں۔ میں نے سوچا۔ پھر میں نے آپا کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش دہلیز پر بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھیں اور سب کچھ سنتی جا رہی تھیں۔

امید افزا : پر امید
گامزن : چلتا
ازحد : بے حد
تیربہدف : نشانہ پر لگنے والا تیر مراد پر اثر
اختلاج : دھڑکن
ہیّا چلا : بچوں کو ڈرانے کا نام، ڈراؤنا چہرہ
تھالی کا بینگن ہونا : غیر مستقل

ان کا بس چلتا تو زمین کی چھاتی پھاڑ کر اپنے کنوارپنے کی لعنت اس میں سما دیتیں۔

"کیا میری آپا مرد کی بھوکی ہے؟ نہیں وہ بھوک کے احساس سے پہلے ہی سہم چکی ہے۔ مرد کا تصور اس کے ذہن میں ایک امنگ بن کے نہیں ابھرا بلکہ روٹی کپڑے کا سوال بن کر ابھرا ہے وہ ایک بیوہ کی چھاتی کا بوجھ ہے۔ اس بوجھ کو دھکیلنا ہی ہوگا۔"

مگر اشاروں کنایوں کے باوجود راحت میاں نہ تو خود منہ سے پھوٹے اور نہ ان کے گھر ہی سے پیغام آیا۔ تھک ہار کر بی اماں نے پیروں کے توڑے گروی رکھ کر مشکل کشا کی نیاز دلا ڈالی۔ دوپہر بھر محلے ٹولے کی لڑکیاں صحن میں اودھم مچاتی رہیں۔ بی آپا شرمائی لجائی مچھروں والی کوٹھری میں اپنے خون کی آخری بوندیں چسانے کو جا بیٹھیں۔ بی اماں اپنی چوکی پر بیٹھی کمزوری میں چوتھی کے جوڑے میں آخری ٹانکے لگاتی رہیں۔ آج ان کے چہرے پر منزلوں کے نشان تھے۔ آپ مشکل کشائی ہوگی۔ بس آنکھوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔ وہ نکل جائیں گی۔ آج ان کی جھریوں میں پھر مشعلیں تھرتھرا رہی تھیں۔ بی آپا کی سہیلیاں ان کو چھیڑ رہی تھیں اور وہ خون کی بچی کھچی بوندوں کو تاؤ میں لا رہی تھیں۔ آج کئی روز سے ان کا بخار نہیں اترا تھا۔ تھکے ہارے دیئے کی طرح ان کا چہرہ ایک بار ٹمٹماتا اور پھر بجھ جاتا۔ اشارے سے انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اپنا آنچل ہٹا کر نیاز کی طشتری مجھے تھما دی۔

مشکل کشا: مشکل دور کرنے والا، مراد حضرت علی پاک

"اس پر مولوی صاحب نے دم کیا ہے" ان کی بخار سے دہکتی ہوئی گرم گرم سانس میرے کان میں لگی۔

طشتری لے کر میں سوچنے لگی۔ مولوی صاحب نے دم کیا ہے یہ مقدس ملیدہ اب راحت کے تندور میں جھونکا جائے گا۔ وہ تندور جو چھ مہینے سے ہمارے خون کے چھینٹوں سے گرم رکھا گیا۔ یہ دم کیا ہوا ملیدہ مراد برلائے گا۔ میرے کانوں میں شادیانے بجنے لگے ہیں۔ میں بھاگی بھاگی برات دیکھنے جا رہی ہوں۔ دولھا کے منہ پر لمبا سا سہرا پڑا ہے جو گھوڑے کے ایالوں کو چوم رہا ہے۔.......

مقدّس : پاک

ایال : گردنوں کے بال

چوتھی کا شہابی جوڑا پہنے پھولوں سے لدی، شرم سے نڈھال، آہستہ آہستہ قدم تولتی بی آپا چلی آرہی ہیں۔..... چوتھی کا زرتار جوڑا جھلمل جھلمل کر رہا ہے۔ بی اماں کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا ہے۔..... بی آپا کی حیا سے بوجھل نگاہیں ایک بار اوپر اٹھتی ہیں شکریے کا ایک آنسو ڈھلک کر افشاں کے ذروں میں قمقموں کی طرح الجھ جاتا ہے۔

شہابی : سرخ

"یہ سب تیری ہی محنت کا پھل ہے۔" بی آپا کی خاموشی کہہ رہی ہے۔ حمیدہ کا گلا بھر آیا.....

"جاؤ نہ میری بہنو" بی آپا نے اسے جگا دیا اور وہ چونک کر اوڑھنی کے آنچل سے آنسو پونچھتی ڈیوڑھی کی طرف بڑھی۔

"یہ ہے ملیدہ..." اس نے اچھلتے ہوئے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا...... اس کے پیر لرز

رہے تھے۔ جیسے وہ سانپ کی بانبی میں گھس آئی ہو۔ اور پھر پہاڑ کھسکا اور منہ کھول دیا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ مگر دور کہیں بارات کی شہنائیوں نے چیخ لگائی جیسے کوئی ان کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ کانپتے ہاتھوں سے مقدس ملیدہ کا نوالہ بنا کر اس نے راحت کے منہ کی طرف بڑھادیا۔

بانبی : بل

ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پہاڑ کی کھو میں ڈوبتا چلاگیا...... نیچے تعفن اور تاریکی کے اتھاہ غار کی گہرائیوں میں اور ایک بڑی چٹان نے اس کی چیخ کی چٹان کو گھونٹ دیا۔

نیاز کے ملیدے کی رکابی ہاتھ سے چھوٹ کر لالٹین کے اوپر گری اور لالٹین نے زمین پر گر کر دو چار سسکیاں بھریں اور گل ہوگئی۔ باہر آنگن میں محلہ کی بہو بیٹیاں مشکل کشا کی شان میں گیت گا رہی تھیں۔

گل : بجھ جانا

صبح کی گاڑی سے راحت مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوا روانہ ہوگیا۔ اس کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی اور اسے جلدی تھی۔

(4) اس کے بعد اس کے گھر میں کبھی انڈے نہ تلے گئے۔ پراٹھے نہ سکے اور سوئٹر نہ بنے گئے۔ دق نے جو ایک عرصے سے بی آپا کی تاک میں بھاگی بھاگی پیچھے پیچھے آرہی تھی ایک ہی جست میں انہیں دبوچ لیا اور انہوں نے چپ چاپ اپنا نامراد وجود اس کی آغوش میں سونپ دیا۔

جست : چھلانگ
آغوش : گود

اور پھر اسی سہ دری میں چوکی پر صاف ستھری جازم بچھائی گئی۔ محلے کی بہو بیٹیاں جڑیں کفن کا سفید سفید لٹھا، موت کے آنچل کی طرح بی اماں کے سامنے پھیل گیا۔ تحمّل کے بوجھ سے ان کا چہرہ لرز رہا تھا، بائیں ابرو پھڑک رہی تھی، گالوں کی سنسان جھریاں بھائیں بھائیں کررہی تھی جیسے ان میں لاکھوں اژدہے پھنکار رہے ہوں۔

تحمّل : برداشت، صبر

لٹھے کی کان نکال کر انہوں نے چوپرتہ کیا اور ان کے دل میں ان گنت قینچیاں چل گئیں۔ آج ان کے چہرے پر بھیانک سکون اور ہرا بھرا اطمینان تھا جیسے انہیں پکا یقین ہو کہ دوسرے جوڑوں کی طرح یہ چوتھی کا جوڑا سینتا نہ جائے گا۔

ایک دم سہ دری میں بیٹھی لڑکیاں بالیاں میناؤں کی طرح چہکنے لگیں ۔ حمیدہ ماضی کو دور جھٹک کر ان کے ساتھ جا ملی۔ لال ٹوپی پر سفید گزی کا نشان اس کی سرخی میں نہ جانے کتنی معصوم دلہنوں کا سہاگ رچا ہے اور سفیدی میں کتنی نامراد کنواریوں کے کفن کی سفیدی ڈوب کر ابھری ہے اور پھر سب ایک دم خاموش ہوگئے۔ بی اماں نے آخری ٹانکا بھر کر ڈورہ توڑلیا۔ دو موٹے موٹے آنسو ان کے روئی جیسے نرم گالوں پر دھیرے دھیرے رینگنے لگے۔ ان کے چہرے کی شکنوں میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ نکلیں اور وہ مسکرا دیں جیسے آج انھیں اطمینان ہوگیا کہ ان کی کبریٰ کا سہاگ جوڑا بن کر تیار ہوگیا ہو اور کوئی دم میں شہنائیاں بج اٹھیں گی۔

4.2 چوتھی کا جوڑا

4.3 تشریح عبارت

(1) سہ دری کے چوکے پر ..... مشعلیں کپکپا اٹھتیں۔

- اس افسانے کا عنوان ہے "چوتھی کا جوڑا"
- "چوتھی کا جوڑا" وہ مخصوص لباس ہوتا ہے جسے بہت اہتمام سے شادی میں دلہن کو پہننے کے لئے بنوایا جاتاہے۔ عام طورپر قیمتی ہوتاہے جس پر زری کا بہت بھاری کام کرایا جاتاہے۔ یہ جوڑا کوئی معمولی جوڑا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ہزاروں آرزوں کو پرو دیا جاتاہے۔ ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے کہ وہ اس جوڑے کو پہنے۔
- افسانے کے اس حصہ میں مصنفہ نے سروری جو کہ افسانے کا مرکزی کردار ہے اس کے روز کا معمول بتایا ہے۔ وہ دوپہر کو کھانے کے بعد سہ دری میں جازم بچھاکر سلائی کڑھائی کا سامان پھیلاکر بیٹھ جایاکرتی اور اپنے کام میں مگن ہوجاتی تھی۔ محلے پڑوس کی عورتیں بھی اپنے بچوں کولے کے چلی آتیں اور کبھی کسی کا چوتھی کا جوڑا تیار ہوتا کبھی چھٹی چھوچھک تیار کیا جاتا توکبھی کفن سلا جاتا۔ بچے جو کہ ماؤں کی چھاتیوں سے چپکے گود میں بیٹھے رہتے اگر کچھ کھانے کی چیز مانگنے کے لئے ہلنے کی کوشش کرتے تو مائیں انھیں ٹھوک ٹھوک کر دوبارہ سلاتیں۔ اس بات کو مصنفہ نے ایک نادر مثال کے ذریعہ پیش کیا ہے۔
- " دبلی پتلی ماں اسے گھٹنے پر لٹا کر یوں ہلاتی جیسے دھان ملے چاول پھٹک رہی ہو" چونکہ سروری ایک غریب بیوہ عورت تھی اور آس پاس کی عورتیں بھی غربت کی ماری ہوئی تھیں اس لئے ماؤں کے لئے دبلی پتلی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بچہ بھوک کے مارے کچھ مانگنے کے لئے اٹھنا چاہتا لیکن اس وقت موقع اتنا نازک ہوتاکہ مائیں اسے دوبارہ زور زور سے ٹھوک کر سلا دیتیں کیونکہ سروری کسی کپڑے کو ناپ رہی ہوتی کہ کس طرح اسے کاٹا جائے کہ وہ صحیح ناپ کا لباس تیار ہو۔
- کبریٰ کی ماں کپڑے کی کان نکالتیں، کلف توڑتیں،کبھی تکون بناتیں کبھی چوکھٹا کرتیں اور دل ہی دل میں قینچی چلا کر آنکھوں سے ناپ تول کر مسکرا پڑتیں۔"
- کبریٰ کی ماں یعنی سروری سلائی کٹائی میں ماہر تھیں۔ محلے پڑوس میں سبھی عورتیں جب ناکام ہوجاتیں اور کپڑا کم ہونے کی وجہ سے کوئی چیز کاٹ نہیں پاتیں تو معاملہ کبریٰ کی ماں کے

پاس لایا جاتا اور وہ پہلے تو اسے سیدھا کرتیں پھر اس کا کلف توڑتیں پھر ہر طرح سے اندازہ لگاتیں کہ کس طرف سے کٹ پائے گا پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو ناپ کر دل ہی دل میں کاٹتیں اور پھر اطمینان کرلیتیں کہ کپڑا کافی ہے اس میں جوڑا بن جائے گا پھر مسکرا پڑتیں اور عورتوں کی جان میں جان آجاتی۔

- "لال ٹولی کا عکس ان کے نیلگوں زرد چہرے پر شفق کی طرح پھوٹ رہا تھا وہ اداس اداس گہری جھریاں اندھیری گھٹاؤں کی طرح ایک دم اجاگر ہوگئیں جیسے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی ہو۔"
- مفلسی، غریبی، فکر پریشانی اور بوڑھاپے نے سروری کے چہرے کو زرد بنا دیا تھا جس میں نیلا رنگ بھی شامل ہوگیا تھا۔ اسے اپنی بڑی لڑکی کبریٰ کی شادی کی فکر تھی اس بنا پر اس کے چہرے کی جھریاں اداس اداس نظر آرہی تھیں۔ اس حقیقت کو مصنفہ نے ایک خوبصورت تعبیر کے ذریعہ پیش کیا ہے۔ لال کپڑا جو وہ کاٹ رہی تھیں اس کا عکس سروری کے چہرے پر پڑ رہا تھا تو ایسا لگ رہا تھا جیسے شام کے وقت آسمان پر شفق پھوٹ رہا ہو اور اداس جھریوں پر اس کا عکس ایسا لگ رہا تھا جیسے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی ہو اور جیسے گھٹا برس کر کھل جائے۔
- "کونڈی کے پاس بیٹھی برتن مانجھتی ہوئی کبریٰ کن انکھیوں سے ان لال کپڑوں کو دیکھتی ایک سرخ چھپکلی سی اس کے زردی مائل مٹیالے رنگ میں لپک اٹھی۔"

ہر لڑکی کا ارمان ہوتا ہے کہ وہ سرخ جوڑا پہنے اور دلہن بنے۔ اس کی شادی ہو یہ ارمان کبریٰ کو بھی تھا۔ حالانکہ وہ اس عمر سے پہلے ہی گزر چکی تھی مگر اسے ابھی تک یہ جوڑا پہننا نصیب نہیں ہوا۔ اس کی ماں جب کبھی لال کپڑے کو پھیلا کر اس پر کچھ کڑھائی کا کام کررہی ہوتی تو اس کے دل میں ایک کسک پیدا ہوتی۔ اس کے چہرے پر شرم و حیا سے سرخ رنگ آجاتا کہ کہیں اس کے دل کی چوری نہ پکڑی جائے اور اس کے ارمان کا پتہ نہ چل جائے۔

- "رو پہلی کٹوریوں کے جال جب پولے پولے ہاتھوں سے کھول کر اپنے زانوؤں پر پھیلاتیں تو ان کا مرجھایا ہوا چہرہ ایک عجیب ارمان بھری روشنی سے جگمگا اٹھتا۔"
- یہاں مصنفہ نے سروری کی حسرت بھری تمنا کا ذکر کیا ہے۔ کہ جب کبھی وہ سرخ جوڑے پر رو پہلی کٹوریوں سے جال بناتی تو ایک دم چہرے پر ایک چمک آجاتی۔ ایک ارمان جاگ اٹھتا کہ اس کی بیٹی کبریٰ اس جوڑے کو پہنے گی اور دلہن بنے گی۔ شہنائیاں بجیں گی اور آنے والے خوش آیند لمحات کا تصور کر کے وہ خوش ہو جاتیں۔
- گہری صندوقوں جیسی شکنوں پر کٹوریوں کا عکس ننھی ننھی مشعلوں کی طرح جگمگانے لگتا ہر ٹانکے پر زری کا کام ہلتا اور مشعلیں کپکپا اٹھیں۔"

- سروری کے چہرے پر مفلسی، پریشانی اور بوڑھاپے کی وجہ سے بہت گہری گہری جھریاں تھیں اسے مصنفہ نے گہری صندوقوں سے تشبیہ دی ہے۔ ان پر جب کٹوریوں کا عکس پڑتا تو ایسا لگتا جیسے چھوٹی چھوٹی بہت سی مشعلیں جل اٹھی ہیں اور جب کٹوریوں سے بنا ہوا کام ہلتا تو اس کا عکس جو چہرے پر پڑرہا تھا وہ بھی ہلتا تو ایسا لگتا جیسے مشعلیں کانپ اٹھیں۔

4.4 قابل غور باتیں

- چھٹی چھوچھک، لپاچپ، پلنگڑی، جھانجیں وغیرہ خاص عورتوں کی زبان میں استعمال کیے جانے والے الفاظ ہیں۔
- جس طرح ہاتھ میں پہنی جانیوالی چیز کو دستانہ کہتے ہیں اسی طرح انگلی میں پہنی جانے والی چیز کو انگشتانہ کہتے ہیں۔ یہ لوہے کی چوڑی سی انگوٹھی ہوتی ہے جسے سوئی سے کچھ سلنے سے پہلے پہنتے ہیں تاکہ انگلی زخمی نہ ہو۔
- بچے کی پیدائش کے چھٹے دن کچھ خاص قسم کی رسومات کی جاتی ہیں اسے چھٹی کہتے ہیں۔ اس دن نوزائیدہ بچے اور اس کی ماں کے لئے نئے کپڑے اور مختلف چیزیں تیار کرائی جاتی ہے۔ اسے چھٹی چھوچھک کہتے ہیں۔
- تراش کردہ ایک مرکب لفظ ہے جو تراش بمعنی کٹا اور کردہ بمعنی کیاہوا سے مل کربنا ہے۔ یعنی کٹاہوا۔ اردو میں اس طرح کے اور بھی مرکبات مستعمل ہیں جیسے گناہ کردہ، ناکردہ، سرکردہ وغیرہ۔

متن پر سوالات 4.1

صحیح جواب پر (✓) کا نشان لگاؤ۔

1۔ بیونتنے کا مطلب ہے

(الف) بے وقوف بنانا

(ب) اندازہ لگاکر کپڑا کاٹنا

(ج) بڑا بننا

2۔ انگشتانہ کسے کہتے ہیں۔

(الف) ماتھے کی بندیا

(ب) پیر میں پہننے کا زیور

(ج) انگلی میں پہننے والی چیز

3۔ سروری کو کیا ارمان تھا ؟

(الف) اپنی شادی کرنے کا

(ب) اپنی بیٹی کبریٰ کی شادی کرنے کا

(ج) نیاجوڑا بناکر رکھنے کا

4.5 تشریح عبارت (2)

یاد نہیں کب اس کے ...... چھن کی طرح اٹھ رہی ہے

- عصمت چغتائی عورتوں کے چھپے جذبات اور ان کے دل کے ارمان کو بیان کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔ افسانے کے اس حصے میں انہوں نے سروری کے ارمان وحسرت اور مایوسی کا ذکر کیا ہے۔
- "یاد نہیں کب اس کے شبنمی ڈوپٹے بنے ٹکے تیار ہوئے اور گاڑی کے بھاری صندوق کی تہہ میں ڈوب گئے۔"
- کبریٰ کی زبانی کہلائے گئے اس جملے میں کتنی حسرت اور یاس چھپی ہے۔ کبریٰ کی شادی کے لئے ڈوپٹہ لایاگیا اس پر کڑھائی کی گئی وہ بن ٹن کر تیار بھی ہوا مگر اسے اوڑھنا نصیب نہ ہوسکا وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھتا رہا اور دوپٹہ وقت کی صندوق کی تہہ میں ڈوب گیا۔ نہ تو کبریٰ دلہن بنی اور نہ ہی وہ ڈوپٹہ اوڑھا۔
- "جب ایک جوڑا پرانا ہوتا تو اسے چالے کا کہہ کر سینت دیا جاتا اور پھر ایک نئے جوڑے کے ساتھ نئی نئی امیدوں کا افتتاح ہوجاتا۔"
- کبریٰ کے لئے جو بھی چوتھی کا جوڑا تیار ہوتا کچھ عرصہ بعد پرانا ہو جاتا اس پر کیا ہوا زری کا کام ماند پڑنے لگتا تو اسے سروری چالے کا کہہ کر رکھ دیتی۔ چالے کے جوڑے وہ کپڑے ہوتے ہیں جو دلہن اپنے ساتھ لے کر سسرال جاتی ہے۔ انسان امیدوں کے سہارے ہی زندہ رہتا ہے۔ سروری بھی اس پرانے جوڑے کو چالے کے لئے رکھ کر کبریٰ کے لئے دوسرا کپڑا لاتی اور پھر سے اس کی چوتھی کا جوڑا تیار کرتی کہ ہوسکتاہے جب تک یہ تیار ہو اس کے شادی کا مسئلہ طے ہو جائے۔ اور اس کی بیٹی دلہن بنے۔
- "یہی تو مشکل تھی۔ کوئی جوڑا اللہ مارا چین سے نہ سلنے پایا۔ جو کلی الٹی کٹ جائے تو جان لو نائن

کی لگائی ہوئی بات میں ضرور اڑنگا لگے گا یا تو دولہ کی کوئی داشتہ نکل آئے گی یا اس کی ماں ٹھوس کڑوں کا اڑنگا لگائے گی۔ چوتھی کے جوڑے کا شگون بڑا نازک ہوتا ہے۔" شادی سے متعلق عورتوں میں کچھ ٹوٹکے مشہور ہوجاتے ہیں۔ ان ہی کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کہ چوتھی کو جوڑا نہایت اطمینان اور سکون سے تیار ہونا چاہیے۔ اس کا شگون بڑا نازک ہوتا ہے۔ اگر کچھ غلط ہوجائے تو سمجھ لو بدشگونی ہوگئی۔ اگر کوئی کلی الٹی کٹ جائے تو غضب ہوگیا۔ اب تو ضرور نائن کی لگائی ہوئی بات میں اڑنگا لگے گا۔ نائن وہ عورتیں ہوتی ہیں جو گھروں گھروں ناخن کاٹنے اور مالش وغیرہ کرنے کے لیے جاتی ہیں۔ انھیں ہر گھر کی خبر ہوتی ہے کہ کس گھر میں لڑکی یا لڑکا شادی کے لائق ہے۔ چنانچہ وہ شادی لگانے میں ایک وسیلے کا کام کرتی ہیں۔ اگر چوتھی کا جوڑا کچھ غلط کٹ جائے تو ضرور کچھ برا ہونے والا ہے یا تو دولھا کی کوئی داشتہ نکل آئے گی یا پھر ساس جہیز اور زیور کا مطالبہ کرے گی۔

- "میٹھا برس نمکین ہوا اور نہ جانے کیسے کڑوا ہوگیا"
- بچپن، جوانی اور بوڑھاپے کے لئے مصنفہ نے نادر مثال کی ہے کہ بچپن میں انسان معصوم ہوتا ہے۔ جوانی میں پرورش، پرکشش اور امنگوں سے بھرپور، بوڑھاپے میں مجبور، معذور اور چڑچڑا ہوتا ہے۔ کبریٰ کے لیے کہا کہ کیسے اس نے بچپن سے جوانی کا مرحلہ طے کیا اور جوانی سے بوڑھاپے کی طرف آگئی کچھ فرق ہی نہیں پڑا۔ غریبی اور مفلسی کی وجہ سے اس کا بچپن بھی کام کاج کرنے اور گھر سنبھالنے میں گزر گیا اور جوانی بھی۔
- "جانو کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اس ٹاٹ کے پردے کے پیچھے کسی کی جوانی آخری سسکیاں لے رہی ہے اور ایک نئی جوانی سانپ کے پھن کی طرح اٹھ رہی ہے۔"

جب سے حمیدہ کے ابو اللہ کو پیارے ہوئے لوگوں نے کبریٰ کے لیے رشتے بھیجنا ہی چھوڑدیا۔ کسی طرح کپڑے سل کر گزر اوقات بمشکل ہوجاتی تھی لیکن سب سے بڑا مسئلہ تھا کبریٰ کی شادی۔ کسی کا رشتہ ہی نہیں آتا ایسا لگتا جیسے کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اس غریب کے گھر میں ایک جوان لڑکی ہے جو اب بڑھاپے کی طرف بڑھ رہی ہے اور دوسری لڑکی نوجوانی کی منزل میں ہے اور جوان ہونے والی ہے۔

- "نہ جانے کیسے جوانی آئی تھی کہ نہ تو اس کی آنکھوں میں کرنیں ناچیں نہ اس کے رخساروں پر زلفیں پریشان ہوئیں نہ اس کے سینے پر طوفان اٹھے اور نہ کبھی اس نے ساون بھادوں کی گھٹاؤں سے مچل مچل کر پریتم یا ساجن مانگے۔"

ایک غریب کی جوانی بھی کیا ہے۔ کبریٰ جو جوان ہوئی تو نہ اس کی آنکھوں میں کرنیں ناچیں نہ

ہی زلفیں لہراتا اور بنا سنورنا شروع کیا نہ ہی ساجن گنگنائی نہ ہی ارمان جاگے۔ کیونکہ اس کے سامنے تو ایک ہی چیز تھی کسی طرح دو وقت کی روٹی میسر ہوجائے۔ سروری دن بھر اسی لیے سلائی کرتی اور کبریٰ گھر کے کاموں میں جٹی رہتی۔ برتن مانجتی، کپڑے دھوتی، کھانا پکاتی غرض دن بھر گھر کے کام کاج میں لگی رہتی۔

4.6 قابل غور باتیں

- "طول پکڑنا" مطلب ہے بڑھ جانا۔
- "راستہ بھول جانا" ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے "نہ آنا"۔
- "اے خاک پڑے ان ڈاکٹروں کی صورت پر"
- "آگ لگے موئے حقے کو" خاص طور پر عورتیں غصے میں بددعاء کے طور پر بولتی ہیں۔ خاک پڑنا، آگ لگنا معنی ہیں "برا ہو"۔
- "کلی" دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ایک تو پھول کی کلی دوسرے کپڑے کی کلی۔ دارو عام طور پر دیسی شراب کو کہتے ہیں لیکن جب دوا اور دارو ایک ساتھ استعمال ہوں تو مطلب ہوتا ہے "دوا علاج"۔
- جب کوئی شادی شدہ مرد اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت سے آشنائی کرے تو اس عورت کو داشتہ کہتے ہیں۔ عام زبان میں "رکھیل" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

متن پر سوالات 4.2

1۔ خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

(i) اے .... پڑے ان ڈاکٹروں کی صورت پر۔

(ii) چوتھی کے جوڑے کا شگون بڑا .... ہوتا ہے۔

(iii) لاؤ کتنے دبلے پتلے لمبے جیسے .... کا علم۔

(iv) میٹھا برس .... ہوا پھر کڑوا ہوگیا۔

(راستہ بھول گئے ، نمکین ، نازک ، خاک ، محرم)

2۔ کبریٰ کے لیے شادی کے پیغام کیوں نہیں آتے تھے؟

(الف)۔ کیونکہ وہ بدصورت تھی۔

(ب)۔ کیونکہ وہ غریب تھی۔

(ج)۔ کیونکہ وہ بوڑھی تھی۔

3۔ طول و عرض کے معنی ہیں۔

(الف)۔ اونچائی نیچائی۔

(ب)۔ لمبائی چوڑائی۔

(ج)۔ موٹاپا اور دبلاپن۔

4.7 تشریح عبارت (3)

مگر بی اماں کا دستور .... اور اسے جلدی تھی

- عصمت چغتائی عورتوں کی نفسیات بیان کرنے میں ماہر ہیں۔ افسانے کے اس حصے میں انھوں نے سروری کی اس وقت کی کیفیت کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھانجہ راحت پولیس ٹریننگ کے لیے اس کے یہاں آرہا ہے۔ سروری کو ایسا لگا گویا کنواں خود پیاسے کے پاس آگیا۔ انھوں نے کبریٰ اور راحت کی شادی کے منصوبے بنالیے اور ایک دم ساری تیاریاں شروع کردیں گویا کہ بارات دروازے پر کھڑی ہو۔

- "بہن میرا مری کا منہ دیکھو جو اس گھڑی نہ آؤ"

یہ جملہ سروری نے اپنی منہ بولی بہن کو کہلا بھیجا۔ یہ خاص انداز ہے جو عورتیں اپنی بات منوانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہا اگر تم نہیں آئیں تو مجھ سے تعلقات ختم کرلینا اور مرنے کے بعد ہی میری صورت دیکھنا۔

- "اسی وقت بی اماں نے کانوں کی چار ماشہ کی لونگیں اتار کر منہ بولی بہن کے حوالے کیں" راحت کی خاطر داری ہوسکے۔ گھر پر مفلسی چھائی ہے۔ ایسے میں زیورات عورتوں کی مدد کرتے ہیں۔ سروری نے کان کی چارماشہ کی لونگیں منہ بولی بہن کو دے دیں تاکہ بیچ کر کچھ سامان لا سکے۔ لونگ عام طور پر ناک میں پہنی جانے والی کیل کو کہتے ہیں۔ یہاں کان کے ٹاپس کے لیے لونگ استعمال کیا ہے۔

- "اللہ میرے اللہ اب کے تو میری آپا کا نصیبہ کھل جائے۔ میرے اللہ سو رکعت نفل تیری بارگاہ میں پڑھوں گی۔"
- راحت کے آنے سے ہر کوئی پرامید تھا۔ حمیدہ نے بھی فوراً اللہ سے دعاء کی کہ اے اللہ بس راحت میری بہن کبریٰ سے شادی کرلے اور سو رکعت نفل نماز کی منت مان لی۔ یہ عورتوں کی خاص نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے۔
- "جب سوئیوں اور پراٹھوں کا ناشتہ کر کے بیٹھک میں چلے گئے تو دھیرے دھیرے نئی دلہن کی طرح پیر رکھتی کبریٰ کوٹھری سے نکلی۔"

یہاں کبریٰ کا نفسیاتی پہلو دکھایا ہے کہ جب گھر میں ہر کوئی پرامید ہے تو اس نے بھی ایک سپنا سجالیا اور دل میں ارمان جاگ اٹھے کہ شاید راحت ہی وہ شخص ہو جو اسے دلہن بنائے گا اور وہ بھی چوتھی کا جوڑا پہن سکے گی۔

- اس کا بس نہیں چلتا کہ اپنی چربی پراٹھوں میں بھر دے اور کیوں نہ بھرے آخر کو وہ ایک دن اس کا "اپنا ہوجائے گا"۔
- کبریٰ کے جذبات کا دوسرا نفسیاتی پہلو ہے۔ وہ راحت کی "دل و جان" سے خدمت کرتی، خوب گھی میں تلے ہوئے پراٹھے کھلاتی۔ اچھے اچھے پکوان بناتی۔ ایک آس ایک امید تھی کہ راحت اس کا ہوجائے گا۔ اسے 'اپنا لے گا۔
- "کے تو پردہ تڑوانے کو کون کہے ہے۔ بی آپا کے پکے مہاسوں کو دیکھ کر انھیں بی اماں کی دوراندیشی کی داد دینی پڑتی۔"

سروری کی منہ بولی بہن نے جب دیکھا کہ راحت کی طرف سے کوئی پہل نہیں ہورہی ہے تو وہ سروری سے بولی کہ کچھ تو اشارہ ملے کہ اس کے دل میں کیا بات ہے۔ سروری ناراض ہوکر بولی کہ کیا پردہ تڑوادوں ؟ منہ بولی بہن بولیں نہیں میں یہ بہن کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ کبریٰ کی شکل اور اس پر پکے مہاسے دیکھ کر تو راحت اور بھی حامی نہیں بھرتا۔ ایک تو غریبی ومفلسی نے چہرے کی رنگت خراب کر دی تھی اوپر سے عمر بھی زیادہ ہوچکی تھی۔ اس لیے عقل مندی اسی میں تھی کہ راحت کبریٰ کو نہ دیکھے۔ کسی نہ کسی ترکیب سے بس شادی کے لیے "ہاں" کہہ دے۔

- "کھلی کے؟ ارے تو روز کاہے کے ہوتے ہیں۔ میں تو عادی ہو چلا ہوں۔ کھلی اور بھوسہ کھانے کا"

راحت کا یہ جملہ سب کے اوپر بجلی بن کر ٹوٹ گرا۔ اپنی جان سے بڑھ کر کبریٰ اس کی خدمت کررہی تھی۔ حمیدہ رات دن اس کے آگے پیچھے کرتی۔ سروری سلائی کر کر کے اس کے لیے عمدہ سے عمدہ چیزیں منگواتیں اور جب مذاق میں کھلی کے کباب کھلائے گیے تو راحت نے نمک حرامی

کا ثبوت دیا اور بولا کہ روز تو ایسے ہی ملتے ہیں۔ اس جملے سے سب کو مایوسی ہوگئی۔

- "جی چاہتا کہ کسی دن صاف کہہ دوں کہ کسی کی بکری اور کون ڈالے دانہ گھاس؟ اے بی مجھ سے تمھارا یہ بیل نہ نا تھا جائے گا۔"

- حمیدہ نے دیکھا کہ راحت کی دست درازیاں بڑھتی جارہی ہیں۔ مگر وہ یہ سب صرف اس لیے برداشت کرلیتی کہ اس کی بہن کی شادی ہوجائے گی لیکن جب وہ حد سے آگے بڑھنے لگا۔ مذاق میں اس کی کلائی پکڑلی۔ اسے بات بات پر چھیڑتا تو حمیدہ کا جی چاہتا کہ وہ یہ سب کرنے سے منع کردے۔ شادی تو وہ کبریٰ سے کرے گا اور مجھے اس کی دست درازیاں برداشت کرنی پڑرہی ہیں۔

- "میرا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لوں، مٹی کے تھودے! یہ سوئٹر ان ہاتھوں نے بنا ہے جو جیتے جاگتے غلام ہیں۔ جو چولھے کی آنچ سہتے ہیں۔ تمھاری غلاظتیں دھوتے ہیں تاکہ تم اجلے چٹے بگلا بھگتی کا ڈھونگ رچائے رہو۔"

- کبریٰ دن بھر کام کے بعد جو وقت ملتا اس میں راحت کے لیے سوئٹر بنتی۔ اس کے پاس خود سوئٹر نہیں تھا مگر وہ اس نے راحت کو بھجوا دیا۔ راحت نے حمیدہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے بنا ہے تو حمیدہ بولی نہیں۔ راحت بولا پھر تو ہم نہیں پہنیں گے۔ اس پر حمیدہ کا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے۔ کیونکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ کبریٰ کس طرح راحت کی خدمت کرتی۔ اس کا کمرہ جھاڑتی۔ کپڑے دھوتی، کھانا بناتی۔ دن بھر اس کی غلامی میں لگی رہتی۔ چولھے کے پاس گھنٹوں بیٹھ بیٹھ کر اس کے لیے انڈے پراٹھے اور کباب تلتی۔ حمیدہ کا جی چاہا کہ بول دے کہ یہ سوٹر ان ہاتھوں نے بنا ہے جو دن رات تمہاری خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ تمھاری گندگی اور غلاظت دھوتے ہیں تاکہ تم اجلے چٹے نظر آسکو اور بگلا بھگتی کا ڈھونگ رچائے رہو۔ حالانکہ تم اندر سے ایسے پاک و صاف نہیں ہو۔ ورنہ تمھیں کیا کبریٰ کی اچھائیاں نظر نہیں آتیں۔ کبریٰ کی خاموش خدمت کی طرف اشارہ اور راحت پر طنز ہے۔

- "کیا میری آپا مرد کی بھوکی ہے۔ نہیں وہ مرد کے احساس سے پہلے ہی سہم چکی ہے۔ مرد کا تصور اس کے ذہن میں امنگ بن کر نہیں ابھرا بلکہ روٹی کپڑے کا سوال بن کر ابھرا ہے۔ وہ ایک بیوہ کی چھاتی کا بوجھ ہے اس بوجھ کو ڈھکیلنا ہی ہوگا۔"

- ایک غریب لڑکی کے جذبات اور دلی کیفیات کا اس سے بہتر ترجمان ممکن نہیں۔ شادی امنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل نہیں بلکہ ان کے لیے روٹی کپڑے کا سہارا ہے۔ کبریٰ ایک بیوہ کی بیٹی تھی۔ اس کے سینے پر بوجھ تھی کیونکہ سروری سلائی کرکے بمشکل گزر اوقات کرپاتی تھی۔ ایسے میں کبریٰ کی شادی ہوجاتی تو تھوڑا بوجھ ہلکا ہوتا۔ حمیدہ کی زبانی یہ بات کہلائی گئی ہے کہ کبریٰ کسی مرد

کی بھوکی نہیں تھی بلکہ روٹی کپڑے کے لیے شادی کرنا چاہتی تھی۔ لیکن راحت کی طرف سے کوئی بات بن نہیں پارہی تھی۔

- " ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پہاڑ کی کھوہ میں ڈوبتا چلاگیا۔ نیچے تعفن اور تاریکی کے اتھہ غار کی گہرائیوں میں ایک اور بڑی سی چٹان نے اس کی چیخ کی چٹان کو گھونٹ دیا"۔
- جب کسی طرح راحت سے بات نہیں بن پائی تو آخری حربہ کے طور پر سروری نے پاؤں کے زیور کو گروی رکھ کر مشکل کشا کی نیاز کر ڈالی۔ حمیدہ ملیدہ کی پلیٹ لے کر راحت کے پاس گئی سب کو یہ امید تھی کہ راحت وہ ملیدہ کھائے گا اور کبریٰ سے شادی کے لیے تیار ہوجائے گا۔ حمیدہ راحت کی بدنیتی بھانپ چکی تھی ۔ پھر بھی بڑی بہن کی خاطر ملیدہ کی پلیٹ لے کر راحت کے پاس گئی۔ باہر محلے پڑوس کی لڑکیاں مشکل کشا کی شان میں گیت گا رہی تھیں۔ حمیدہ نے ملیدہ کا لقمہ بناکر راحت کی طرف بڑھایا اور راحت نے منہ کھول دیا۔حمیدہ نے چیخنا چاہا مگر راحت نے اس کا منہ بند کردیا۔

4.8 قابل غور باتیں

افسانے کے اس حصے میں درج ذیل محاورے استعمال کیے گیے ہیں۔

- چھکے چھوٹ جانا	مطلب گھبرا جانا
- چاروں کونے چوکس بیٹھنا	معاملہ فٹ ہوجانا
- تن بدن میں آگ لگنا	بہت غصہ ہونا
- داد دینا	تعریف کرنا
- ٹھنڈی سانس لینا	افسوس کرنا
- گل ہوجانا	بجھ جانا
- تھالی کا بینگن ہونا	مطلب بے اصول کا آدمی

ایال کے معنی ہیں گھوڑے کی گردن کے بال۔ اس کا دوسرا تلفظ "عیال" ہے اس کے معنی ہیں گھر کے لوگ۔ عام طور پر اہل و عیال ایک ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

لاجواب ایک مرکب ہے جس میں "لا" سابقہ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کا سابقہ استعمال کرکے منفی کے معنی لیتے ہیں۔ عربی میں "لا" کے معنی "نہیں" کے ہوتے ہیں۔ جیسے لاعلم، لاپتا،

لادیپ وغیرہ۔

دوراندیشی ایک مرکب ہے جو دور اور اندیشی سے مل کر بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں دور تک کی سوچنا۔ سابقہ "دور" کو استعمال کر کے بہت سے اور الفاظ بنائے جاتے ہیں جیسے دوربین، دور رس وغیرہ۔

4.3 متن پر سوالات

1۔ مناسب سابقوں کا استعمال کیجیے۔

(i) .... جواب ....

(ii) .... ادب .... غرض

(iii) .... بیں .... اندیش

(iv) .... تمیز .... کردار

(دور، بد، بے، لا)

2۔ حمیدہ نے سو رکعت نماز کی منت کیوں مانی؟

الف۔ اپنی شادی کے لیے۔

ب۔ اپنی ماں کی قسمت کے لیے۔

ج۔ اپنی بہن کی شادی کے لیے۔

4.9 تشریح عبارت (4)

اس کے بعد ان کے گھر .... شہنائیاں بج اٹھیں گی

- افسانے کے آخری حصے میں سروری کی حسرت ویاس کا ذکر ہے۔ راحت کے اچانک چلے جانے کے بعد سروری، کبریٰ اور حمیدہ پر کیا نفسیاتی اثرات پڑے۔
- کبریٰ کو سخت محنت، پریشانی اور فکر کی وجہ سے دق کا عارضہ لگ گیا اور وہ دوبارہ جاں بر نہ ہو سکی۔ موت کی آغوش میں پہنچ کر اس نے چین کی سانس لی۔
- "کفن کا سفید لٹھا موت کے آنچل کی طرح بی اماں کے سامنے پھیل گیا۔ تحمل کے بوجھ سے ان

کا چہرہ لرز رہا تھا۔ بائیں ابرو پھڑک رہی تھی۔ گالوں کی سنسان جھریاں بھائیں بھائیں کررہی تھیں۔ جیسے ان میں لاکھوں اژدہے پھنکار رہے ہوں "۔

- کبریٰ کے مرنے کے بعد سروری سفید لٹھا لے کر اسی سہ دری میں بیٹھ کر کفن سینے کی تیاری کرنے لگی۔ اتنے بڑے صدمے کو برداشت کیے ہوئے تھیں۔ صبر و تحمل کے بوجھ سے چہرہ لرز رہا تھا۔ خود اپنی بیٹی جس کے لیے انھوں نے چوتھی کے سرخ جوڑے تیار کیے تھے۔ آج اس کے لیے اپنے ہاتھوں سل رہی تھیں۔

- آج ان کے چہرے پر بھیانک سکون اور ہرا بھرا اطمینان تھا جیسے انھیں پکا یقین ہو کہ دوسرے جوڑوں کی طرح یہ چوتھی کا جوڑا سینتا نہ جائے گا۔"

کبریٰ مرچکی تھی اور اسے کفن پہنناہی ہے۔ اسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا کہ سروری کو پورا یقین تھا کہ آج جو لباس وہ تیار کر رہی ہے وہ اس کی بیٹی ضرور پہنے گی۔ اس سے پہلے اس نے کئی چوتھی کے جوڑے تیار کیے مگر کوئی بھی اسے نصیب نہ ہوسکا۔ اور وہ حسرت جو دل میں تھی کہ بیٹی کو شادی کا جوڑا پہنائے گی۔ اسی حسرت کی تلافی یہ سوچ کر کر رہی ہے آج تو یہ لباس وہ ضرور پہنے گی۔

- " دو موٹے موٹے آنسو ان کے روئی جیسے گالوں پر دھیرے دھیرے رینگنے لگے۔ ان کے چہرے کی شکنوں میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ نکلیں اور وہ مسکرادیں جیسے آج انھیں اطمینا ہوگیا کہ ان کی کبریٰ کا سہاگ جوڑا بن کر تیار ہوگیا اور کوئی دم میں شہنائیاں بج اٹھیں گی۔"

آخر کے ان جملوں میں اک درد اور کرب چھپا ہواہے۔ جب سروری کفن سل کر مکمل کرتی ہے تو بےاختیار دو آنسو گر جاتے ہیں جو ایک فطری عمل ہے لیکن فوراً ہی وہ مسکرا پڑتی ہے۔ ایک ڈوبی ہوئی مسکان، حسرت بھری مسکان، ایسی حسرت جو پوری نہ ہو سکی۔ بیٹی کو سہاگ جوڑا پہنانے کی حسرت۔ آج اسے کفن پہنا کر پوری کر رہی تھیں۔

4.10 قابل غور باتیں

- نامراد مرکب ہے جو "نا" اور "مراد" سے مل کر بنا ہے۔
- سابقہ نہ لگاکر بہت سے الفاظ بنائے جاتے ہیں جیسے نالائق، نامعقول، ناسمجھ وغیرہ

4.4 متن پر سوالات

1۔ سروری کے چہرے پر اطمینان کیوں تھا ؟

(الف)۔ کیونکہ اس کی بیٹی کبری کی شادی ہورہی تھی۔

(ب)۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ کبریٰ کفن تو ضرور پہنے گی۔

(ج)۔ کیونکہ وہ پاگل ہوگئی تھی۔

4.11 آپ نے کیا سیکھا

- اس افسانے میں ایک عام معاشرتی مسئلہ " غریب لڑکیوں کی شادی" کو موضوع بنایا گیا ہے۔
- اس افسانے میں بہت سے الفاظ ایسے آئے ہیں جو خاص عورتیں استعمال کرتی ہیں۔
- افسانہ نگار نے بہت سے محاوروں کا نہایت خوب صورت استعمال کیا ہے۔
- عصمت چغتائی عورتوں کی نفسیاتی پہلوؤں کو افسانے میں پیش کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔

4.12 اسلوب بیان

عصمت چغتائی کا طرزبیان بڑا ہی پیارا ہے۔ ان کے منجھے ہوئے جملے، روزمرہ اور چبھتے ہوئے فقرے افسانوں میں جان پیدا کردیتے ہیں۔ ان کا انداز نہایت تیکھا اور برجستہ ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں مکالموں کے ذریعہ بڑے بڑے کام لیتی ہیں۔ وہ کرداروں کی زبانی ایسی تیکھی بات کہلواتی ہیں جس کا اثر براہ راست ذہن و دل پر پڑتا ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں ایسے نازک معاملات کو کریدا ہے جس سے ادبی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔ ان کی آواز نئی ہے۔ انداز اتنا دلکش ہے کہ ان کے فن کی قدر و قیمت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

4.13 مزید مطالعہ

عصمت چغتائی کے اور بھی کئی افسانے مشہور ہیں۔ انھیں پڑھیے۔

4.14 اختتامی سوالات

1۔ کبریٰ کے لیے رشتے نہ آنے کی وجہ کیا تھی؟
2۔ سروری، کبریٰ اور حمیدہ راحت کی خاطرداری میں کیوں لگے ہوئے تھے؟
3۔ اس افسانے میں عصمت چغتائی نے عورتوں کے کس نفسیاتی پہلو کو اجاگر کیا ہے؟
4۔ عصمت چغتائی کے اسلوب بیان پر روشنی ڈالیے؟

متن پر سوالات کے جوابات

4.1

1۔ ب 2۔ ج 3۔ ب

4.2

1۔ (i) خاک (ii) نازک (iii) محرم
(iv) راستہ بھول گئے (v) نمکین

2۔ ب

3۔ ب

4.3

1۔ (i) لا (ii) بے (iii) دور (iv) بد

2۔ ج

4.4

1۔ ب